ناقابل تسخیر بننے کے لئے موحد بننا ضروری ہے

عبادت سے شرک کی بیخ کنی ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی:۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الجاثیہ:۲۴)

اور فرمایا:

اس کا ترجمہ یہ ہے کیا تم نے اس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جس نے اپنی خواہش ہی کو اپنا معبود بنالیا ہو وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اور خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کو اپنے کامل اور قطعی علم کی بنا پر گمراہ قرار دے دیا ہو وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ اور اس کی قوت سامعہ پر، اس کے کانوں پر مُہر لگادی ہو وَقَلْبِهٖ اور اس کے دل پر مُہر لگادی ہو اور اس کی آنکھوں اور نظر پر پردہ چڑھا دیا ہو۔ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ پس خدا کے سوا اور کون ہے جو اسے ہدایت دے سکے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ پس کیوں تم ان باتوں پر غور وفکر نہیں کرتے اور کیوں تم ان باتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

عام طور پر وہ لوگ جو خدائے واحد کی پرستش کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس اقرار کے بعد وہ موحّد شمار ہونے لگیں گے اور یہی وہ قدم ہے توحید کے اقرار کا جو پہلا بھی ہے اور آخری بھی ہے۔ گویا محض زبان سے یہ اقرار کر لینا کہ خدا ایک

ہے انسان کو موحد بنا دیتا ہے۔ پھر اگر ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی سمجھا جائے کہ محض زبان کا اقرار نہیں بلکہ دل بھی اس دعوے پر مطمئن ہے اور اگر زبان کے اقرار کے ساتھ دل کا اطمینان شامل ہو جائے تو یقیناً ایسے شخص کو موحد سمجھنا چاہئے۔ پھر ایک تیسرا تصور یہ ہے کہ اگر دل بھی مطمئن ہو تو کافی نہیں عملاً انسان کسی دوسرے شخص کے سامنے سر نہ جھکائے اور اس کی خدائی کو ظاہری طور پر قبول نہ کرے تو ایسا شخص کامل موحد ہو جانا چاہئے اور یہ اس کے سفر کی گویا آخری منزل ہے۔ مگر قرآن کریم نے جس توحید پر زور دیا ہے اور جس کو بڑی قوت کے ساتھ بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے اس کا سفر دو تین قدموں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ انسان کی ساری زندگی پر بلکہ اس کی زندگی کے لمحے لمحے پر محیط ہے اور یہ سادہ سا خیال کر لینا کہ محض زبان کے اقرار سے یا دل کے اطمینان سے جسے انسان خود اطمینان کے طور پر دیکھ رہا ہو یا ظاہری طور پر غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکانے سے انسان موحد بن جاتا ہے اور توحید کا سارا سفر انہیں تین منازل کا نام ہے۔ یہ تصور بہت بچگانہ اور بہت سادہ اور حقیقت سے دور تصور ہے۔

قرآن کریم نے مختلف مخفی بتوں کا متعدد جگہ پر ذکر فرمایا اور شیطان کے مخفی حملوں کا بھی متعدد جگہ ذکر فرمایا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ان مخفی بتوں کے ہوتے ہوئے انسان توحید کے اقرار کی یہ تین منازل طے کرنے کے بعد ان مخفی بتوں سے غافل رہتے ہوئے بھی موحد کامل ہو سکتا ہے۔ جن مخفی بتوں کا خدا نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل بہت لمبی ہے سارے قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ ذکر ملتا ہے اور شیطان کے حملوں کا جو ذکر فرمایا ہے اس کا بھی شرک کے ساتھ ایک تعلق قائم کر کے ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے میں اس ساری تفصیل میں تو اس وقت نہیں جاؤں گا مختصر بنیادی طور پر آپ کے علم میں یہ بات لانی چاہتا ہوں کہ یہ خیال کر لینا کہ ہم نے زبان سے اقرار کر لیا یا دل سے اطمینان حاصل کر لیا یا ظاہری طور پر شرک میں مبتلا نہیں ہوئے ہرگز کافی نہیں اور یہ خیال کر لینا کہ شیطان ایسے مواحدین کو پھر اپنے حال پر الگ چھوڑ دیتا ہے اور ان سے کوئی مجادلہ نہیں کرتا یہ بھی نفس کی انتہائی سادگی ہے۔

شیطان کا سب سے بڑا حملہ توحید پر ہوتا ہے اور اگر توحید میں یعنی انسان کے خدا کے ساتھ توحید کے تعلق میں وہ رخنہ ڈال دے اور انسان کے تصور یا عمل یا قلبی کیفیات میں شرک پیدا کر دے تو شیطان کی یہ سب سے بڑی فتح ہے۔ اس لئے شیطان کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ قیامت تک کی اس

نے مہلت مانگی خدا کے بندوں سے لڑنے کے لئے اور صرف دو تین قدم طے کرنے کے نتیجے میں یعنی خدا کے ان بندوں کے دو تین قدم طے کرنے کے نتیجے میں جو توحید کی طرف رواں ہوئے اس نے سمجھ لیا کہ فتح مند ہو گئے ہیں اور میں اب ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ یہ قرآن کریم نے جو شیطان کے بد ارادوں کا ذکر فرمایا ہے ان سے متصادم بات ہے اس ذکر سے متصادم بات ہے اور بہت ہی سادگی ہے یہ خیال کر بیٹھنا۔ اس لئے موحد ہرگز محفوظ نہیں ہے جب تک وہ قرآن کریم کے بیان کردہ توحید کے اسباق پر غور نہیں کرتا اور اس کی توحید پر جو جا بجا مختلف سمتوں سے شیطان نے حملے کرنے ہیں ان سے باخبر نہیں رہتا اور اپنی توحید کی اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت نہیں کرتا۔ بسا اوقات ایک ایسا شخص غفلت کی حالت میں اپنی زندگی بسر کر دیتا ہے اور اس کو علم بھی نہیں ہوتا کہ توحید کے نام پر اس نے کتنے شرک کئے۔ اس لئے چونکہ یہ مضمون بہت ہی اہمیت رکھتا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کی تفصیل تو بہت ہی بڑی ہے، بہت زیادہ ہے بہت وسعت رکھتی ہے مگر بنیادی طور پر آپ کو اس مضمون کی طرف متوجہ کرنے کے لئے میں نے آج چند آیات کا انتخاب کیا ہے۔

جہاں تک شیطان کے حملے کا تعلق ہے اس حملے کا تعلق جس کا اس آیت کے مضمون سے تعلق ہے جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہے اس آیت کا مرکزی نکتہ یہ ہے مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ جس نے اپنی ھوىٰ کو اپنا معبود بنا لیا ہو۔ پس ایسے بندے تو بہت شاذ کے طور پر ملیں گے جو شیطان کو اپنا معبود قرار دیں اس لئے شیطان کی یہ کوشش کہ خدا کے بندے مجھے اپنا معبود بنالیں یہ تو لازماً ایک ناکام کوشش ہوگی اس میں کوئی امید شیطان نہیں رکھ سکتا لیکن خدا کے بندے اپنے نفس کو اپنا معبود بنا لیں یہ ایک ایسی شیطان کی کوشش ہوسکتی ہے جس میں کامیابی کے اس کے لئے بہت بڑے امکانات ہیں کیونکہ قرآن کریم نے انسانی فطرت کی یہ کمزوری خود بیان فرمائی کہ ایسے بہت سے خدا کے بندے ہوتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا کرتے ہیں۔ اس لئے چونکہ یہ ایک فطری رجحان ہے اور فطری کمزوری ہے اس لئے ایک عیار حملہ آور لازماً اس سے استفادہ کرے گا۔

چنانچہ قرآن کریم اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ (الانعام: ۷۲) اس شخص کی طرح جس کے ساتھ شیطان نے اسْتَهْوَتْهُ کا عمل ہو۔ اسْتَهْوَتْهُ کا کیا مطلب ہے؟ ھوىٰ کہتے ہیں اپنے نفس کی تمنا نفس

کی خواہش اور بھی اس کے کئی معنی ہیں لیکن بنیادی طور پر نفس کی تمنا اور نفسانی خواہش کو ھوی کہتے ہیں۔ اسۡتَہۡوَتۡہُ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے جسے اپنے نفس کی تمنا میں مبتلا کر دیا ہو اور اس کے نتیجے میں فِی الۡاَرۡضِ حَیۡرَانَ اسے ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہو کہ اس کا کوئی بھی قبلہ باقی نہ رہا ہو، وہ زمین میں پراگندہ حال پھرتا رہے اس سے زیادہ خطرناک حملہ خدا کے بندوں پر شیطان کی طرف سے اور ممکن نہیں کہ کسی انسان کو اپنے نفس کی تمنا میں مبتلا کر دے۔ اس کا اسیر بنادے اور قرآن کریم نے جیسا کہ بیان فرمایا ہے یہی شرک ہے ایک اور شرک میں بھی اس کا ایک بہت بڑا مقام ہے۔ بعض پہلوؤں سے ظاہری شرک کی نسبت یہ شرک زیادہ خطرناک ہے کیونکہ قرآن کریم نے ظاہری شرک کی حالت میں مرنے والے کے لئے معافی تو نہیں رکھی لیکن مشرکین کا شرک سے بچ کر ہدایت پا جانا قرآن کریم کی رُو سے ایک عام بات ہے جو ہوتا رہتا ہے اور قرآن کریم میں جو خود عرب میں عظیم الشان معجزہ دکھایا وہ یہی تو تھا کہ ہزاروں لاکھوں مشرکین قرآن کریم کی برکت سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے عظیم جہاد کے نتیجے میں مشرک سے موحد بن گئے۔

پس وہ ظاہری شرک میں مبتلا لوگ تھے ان کے لئے ہدایت کا ایک دروازہ کھلا رکھا ہے قرآن کریم نے اور یہ امکان جاری رکھا ہے لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ جو شخص خواہ ظاہری مشرک نہ بھی ہو اگر اپنے نفس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اس کے لئے سارے ہدایت کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ہدایت پانے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اتنی خطرناک سزا اس کی بیان فرمائی۔ فرمایا وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً یہی وہ لوگ ہیں جن کے کانوں پر بھی خدا مُہر لگا دیتا ہے، جن کے دلوں پر بھی خدا مُہر لگا دیتا ہے اور ان کی آنکھوں پہ پردہ ڈال دیتا ہے۔

پس قرآن کریم نے آغاز ہی میں جس ختم کا ذکر فرمایا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ عَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ (البقرہ:۸) وہاں تو اس کی وجہ بیان نہیں فرمائی کہ کیوں خدا بعض لوگوں کے دلوں پر مُہر لگاتا ہے ان کے کانوں پر مُہر لگاتا ہے، آنکھوں پر پردے ڈالتا ہے اور بہت سے مبصّرین نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ کیا یہ اس میں ظلم تو نہیں، کیا یہ کسی اقتداری کیفیت کا ذکر تو نہیں ہو رہا کہ خدا جس کو چاہے مُہر لگا دے اور کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں

اس لئے بغیر کسی وجہ کے بغیر کسی دلیل کے خدا کو حق حاصل ہے کہ جس کے چاہے کانوں پر اور دل پر مُہر لگا تا رہے اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دے۔

چنانچہ بعض اسلام کے دشمنوں نے اسی آیت کو اعتراض کا بھی نشانہ بنایا اور کہا کہ ایک طرف تو خدا خود مہریں لگا تا رہتا ہے یعنی قرآن کریم کا بیان کردہ خدا اور دوسری طرف پھر ان کو پکڑتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے یہ کیسا ظلم ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت نے اس مسئلے کو بھی حل فرمایا ہے فرمایا وہ لوگ جن کو یہ سزا ملتی ہے کہ تم جو چاہو کرو اب وہ ہدایت نہیں پاسکیں گے یہ سزا بے وجہ نہیں ملتی یہ سزا ایک نہایت ہی خطرناک شرک میں مبتلا ہونے کے نتیجے میں ان کو دی جاتی ہے اور وہ شرک کسی بیرونی خدا کو معبود بنانے کا شرک نہیں ہے بلکہ اپنے نفس کو خدا بنا لینے کا شرک ہے اور یہ جو آخری سزا ہے یہ ہر اس شخص کو معاً نہیں مل جاتی جو اپنی خواہشات کو خدا بنانے لگتا ہے بلکہ اس شرک کے انتہائی درجے کی یہ سزا بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ہر شخص کو جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے معاً یہ اتنی خطرناک اور آخری سزا نہیں دی جاتی بلکہ خدا اپنے علم سے جب یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اب یہ واقعۃً اس کا خدا بن چکا ہے یہ وقتی تعلقات نہیں ہیں نفس کے ساتھ وقتی دھوکے نہیں ہیں بلکہ مستقلاً اس نے اپنے نفس کو معبود بنالیا ہے اس وقت اس کو یہ سزا ملتی ہے اور پھر اس کے لئے ہدایت کا کوئی بھی امکان باقی نہیں رہتا۔

اب یہ اتنا بڑا خطرناک شرک ہے اور اس کے باوجود ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ وہ فرضی خدا جس کی سب سے زیادہ عبادت کی جاتی ہے وہ نفس ہے اور روزمرہ کی زندگی کے ہر شعبہ پر یہ شرک حاوی ہے اور ہمارے روزمرہ کے فیصلوں میں ہر فیصلے میں یہ شرک دخل دیتا ہے اور رفتہ رفتہ جس طرح بیماریاں پھیلتی ہیں اور جسم کے سارے حصے پر یہ قبضہ کرتی چلی جاتی ہیں یہ اپنی خواہش کو خدا بنا لینے کا شرک اسی طرح ایک بیماری کی طرح رفتہ رفتہ پھیلنے لگتا ہے اور جب یہ جس انسان کو گھیر لے اس وقت خدا پھر اپنے علم سے وہ فیصلہ دیتا ہے جس کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ پھر اس پر مُہر لگ جاتی ہے پھر اس کے لئے ہدایت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

چنانچہ مُہر زدہ لوگ کس طرح بنتے ہیں یہ حقیقت آپ نے دیکھ لی لیکن مُہر لگنے اور اس ظل جرم کے آغاز کے درمیان بے شمار مراحل ہیں، بے شمار قدم ہیں جو انسان توحید سے شرک کی

طرف اٹھاتا چلا جاتا ہے اور غفلت کی حالت میں ایسا کرتا ہے شروع میں۔ شیطان اس کے لئے اس کی اس عادت کو بڑا خوبصورت کر کے دکھاتا ہے۔

چنانچہ آپ اپنی زندگی کے حالات کا جائزہ لیں اپنی روزمرہ کی زندگی کے فیصلوں کا جائزہ لیں تو آپ یہ دیکھ کہ حیران ہوں گے کہ ہمارے اکثر فیصلے اپنی خواہش کی پیروی کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ تو بظاہر ایک طبعی بات ہے ہر انسان اپنی خواہش کے مطابق فیصلے کرتا ہے لیکن جہاں ٹھوکر والا قدم اٹھایا جاتا ہے اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ دماغ اور فیصلہ کر رہا ہے اور دل اور فیصلہ کر رہا ہے۔ دماغ کے فیصلے کا انکار کیا جاتا ہے اور دل کے فیصلے کی اطاعت کی جاتی ہے۔ یہ پہلا قدم ہے جو انسان کو شرک کی طرف مائل کرنے کے لئے تیار کرتا ہے اور وہ شخص دن بدن اپنے دل کی بات کا زیادہ تابع ہوتا چلا جاتا ہے اور دماغ کی بات کا منکر ہوتا چلا جاتا ہے وہ اس لائق بن جاتا ہے کہ وہ مشرک قرار دیا جائے اور رفتہ رفتہ یہی عادت پھر مذہب میں بھی دخل دیتی ہے اور خدا کے فیصلوں کے خلاف اپنے دل کے فیصلے کی بات ماننا اس کی عادت بن جاتی ہے اور یہ بات زندگی پر اس طرح سے حاوی ہو جاتی ہے کہ بہت سے اس کے فیصلے اس کے Concious دماغ میں یعنی لاشعور دماغ میں بطور فیصلوں کے ظاہر ہی نہیں ہوتے۔ عادت مستمرہ کے طور پر، ایک جاری رہنے والی عادت کے طور پر وہ روزمرہ کے فیصلے کرتا چلا جاتا ہے جو خدا کے خلاف ہیں اور اس کے نفس کے تابع ہیں اور اس کو پتا بھی نہیں لگتا کہ وہ شرک کر رہا ہے اور شرک بھی بدترین قسم کا۔ یہاں تک کہ اس کی عبادت میں بھی پھر وہ شرک داخل ہو جاتا ہے۔

انسان کی عبادت میں جو شیطان حملے کرتا ہے قرآن کریم سے پتا چلتا ہے وہ دو قسم کے حملے ہیں یعنی موحدین کے اوپر جو حملے کرتا ہے اور ان کو مشرک بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اول وہ حملے جو بیرونی تفکرات کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں ان حملوں کا تعلق اس کے نفس کے شرک سے نہیں ہے لیکن اگر تفکرات اتنے غالب آجائیں کہ خدا کے تصور پر تفکرات کو غلبہ نصیب ہو جائے تو پھر وہ ایسے شخص کی وہ روحانی بیماری رفتہ رفتہ اسے مشرک بنا دیتی ہے۔ چنانچہ آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی زندگی میں غور کر کے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو تفکرات کا شکار رہتے ہیں بسا اوقات تفکرات کا جب تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تفکرات کسی چیز سے گہرا دل لگانے کے نتیجے میں

پیدا ہوتے ہیں۔ ہر فکر کسی پیاری چیز کے کھوئے جانے کے خیال سے پیدا ہوتا ہے اگر آپ اس فکر کو اتنا بڑھنے دیں کہ وہ آپ کے وجود پر قبضہ کر لے اور اس کے کھو جانے کے نتیجے میں اتنا صدمہ محسوس کریں اس چیز کے کھو جانے کے نتیجے میں جس کے لئے فکر تھا کہ بدحال ہو جائیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں تو یہ ساری حرکت توحید سے شرک کی طرف ہے۔

تفکرات فی ذاتہٖ شرک پیدا نہیں کرتے تفکرات کا غالب آ جانا شرک پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی تفکرات تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تفکرات آپ جب عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ سے لپٹ جایا کرتے تھے لیکن ان تفکرات میں اور عام تفکرات میں ایک بڑا فرق تھا وہ تفکرات خدا کے دین کے تفکرات تھے۔ نفس کے تفکرات نہیں تھے۔ ان تفکرات کا کوئی تعلق بھی آپ کی ذات سے یا آپ کی ذات کی ایسی چیزوں سے نہیں تھا جو دین سے الگ ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا جو یہ قول ملتا ہے کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا (حوالہ حدیث) اس کا ایک یہ مطلب بھی ہے۔ تفکرات کا شیطان ہر انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور ہر انسان کو رفتہ رفتہ مشرک بنانے کی کوشش کرتا ہے **لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تفکرات بھی مسلمان ہو چکے تھے وہ کلیۃً خدا کے لئے ہو گئے تھے۔ ایسے شخص کے اوپر شیطان کا غلبہ ہو ہی نہیں سکتا شیطان کی نظر سے وہ شخص پاک کیا جاتا ہے عصمت انبیاء کا یہ مطلب ہے۔**

پس ایسے انسان بھی ہیں جو اپنے تفکرات کے ساتھ ایک جہاد کرتے ہیں اور ایک مقابلہ کرتے ہیں، تفکرات میں مبتلا ہوتے تو ہیں اور دعاؤں کے ذریعے ان تفکرات سے نجات کی خواہش بھی کرتے ہیں لیکن اپنے نفس پر ان کو غالب نہیں ہونے دیتے اور اگر یہ تفکرات دور نہ ہوں اور جس چیز کی وجہ سے تفکرات ہیں وہ کھوئی جائے تو مستغنی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر پھر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے لیکن وہ تفکرات جو مشرک بناتے ہیں وہ وہ ہیں جن کی جان نفس کے اندر واقع ہوتی ہے اور ان کی رگیں گہرے طور پر انسان کے نفس کی رگوں کے اندر پیوستہ ہوتی ہیں۔ جس طرح ایک ناسور انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اس کی جڑیں اس کے وجود کے اندرونی حصے پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ اسی طرح بعض تفکرات انسان کی روح کو لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ تفکرات حقیقت بن کر اس کے سامنے ظاہر ہوں یعنی جو خطرات تھے وہ عملاً ان کے سامنے ظاہر ہو جائیں۔ جس بچے کی موت کا

خطرہ تھا مثلاً وہ بچہ مر جائے، جس خاوند کی بیماری کے تفکرات تھے کہ کیا بنے گا کہ خاوند فوت ہو جاتا ہے، وہ مقدمہ کسی زمین کا جس کے لئے انسان پریشان تھا کہ اگر میں ہار گیا تو میری زمین کا کیا بنے گا، میرے بچوں کا کیا بنے گا؟ وہ مقدمہ ہار جاتا ہے۔

سو قسم کے ایسے تفکرات ہیں جو روزمرہ انسان کو لاحق ہوتے ہیں اور یہ تفکرات پھر عملاً اس کے سامنے وہ خطرہ بن کے ظاہر ہو جاتے ہیں جس خطرے کے پیش نظر بے چین تھا۔ اس وقت یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ھوی کو اپنا معبود بنایا تھا کہ نہیں بنایا؟ اگر اس کے دل کی تمنا اس کا معبود بن چکی تھی تو ایسے ابتلاء کے وقت پھر وہ خدا تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے بعض دفعہ خدا کے اوپر زبان کھولنے لگ جاتا ہے اور باتیں کرتا ہے بڑی بڑی کہ یہ خدا کون ہوتا تھا میرا سکھ چھیننے والا؟ خدا اپنے آپ کو بڑا رحمان اور رحیم کہتا ہے اس کو کیا تکلیف تھی اگر میرا بچہ نہ مرتا؟ میں تو اتنا رویا میں نے تو اتنی عبادت کی لیکن وہ بچہ میرا پیارا اس نے چھین لیا، خدا کا کیا جاتا تھا اگر وہ میری گریہ وزاری کو سن لیتا اور میں زمین کا مقدمہ جیت لیتا۔ یہ سارے تصورات اس کے دل میں ابھرتے ہیں اور ان کے نتیجے میں پھر وہ ان کی رَو میں بہہ بھی جاتا ہے۔ ایسا شخص جو اس امتحان میں اس حد تک ناکام ہو جاتا ہے کہ تفکرات کی رو میں بہہ جاتا ہے وہ شخص وہ ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے علم کے مطابق اس کے دل پہ مُہر لگا دی ۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو استغفار بھی کرتے ہیں دل سے بد خیالات اٹھتے ہیں لیکن توبہ کرتے ہیں واپس آجاتے ہیں وہ اس شرک سے رفتہ رفتہ بچا بھی لئے جاتے ہیں لیکن بسا اوقات انسان ایک گستاخی کے بعد دوسری گستاخی میں مبتلا ہونے لگتے ہیں، پہلے قدم پہ خدا کا باغی نہیں بنتا پھر دوسرے قدم پر باغی بن جاتا ہے یا تیسرے قدم پر باغی بن جاتا ہے اور یہ رُخ اس کو بالآخر ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔

کچھ دوسرے خدا کے بندے ہیں ان کو بھی ابتلا آتے ہیں ان کی بھی عزیز چیزیں ضائع ہوتی ہیں ان کے بھی پیارے ان سے جدا کئے جاتے ہیں لیکن ان کی زبان سے ایسے کلمات نہیں نکلتے جو ثابت کریں کہ ان کا نفس خدا کے مقابل پر ایک خدا تھا۔ چنانچہ ان کی آواز یہی ہوتی ہے کہ:۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(درثمین: صفحہ ۱۰۰)

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ: ۱۵۷) اسی کا یہ ترجمہ ہے دراصل۔ چیزیں جو ہاتھ سے جاتی ہیں وہ خدا کی طرف لوٹتی ہیں یعنی خدا نے لے لیں۔ عام محاورے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کو پیارا ہو گیا خدا نے لے لی یا بعض لوگ گستاخی سے کہتے ہیں خدا نے ہم سے یہ چیز چھین لی۔ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کا یہ ترجمہ ہے کہ اسی کی طرف ہر چیز جاتی ہے۔ سب چیزیں جو ہلاک ہو جاتی ہیں ہر چیز جو کھوئی جاتی ہے اپنی ذات میں کوئی چیز بھی کھوئی نہیں جاتی کوئی چیز بھی ہلاک نہیں ہوتی دراصل وہ اپنے مرجع کی طرف لوٹتی ہیں۔ چنانچہ اس کائنات میں کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہو رہی دراصل۔ تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور ہر تبدیلی اس کے منبع اور مرجع کی طرف لوٹنے کا نام ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ نے ایک عجیب سبق بتا دیا کہ جس کی طرف لوٹ رہی ہیں وہ تو ہمارا ہے، اس سے تو ہم سب قریب ہیں اس لئے اس چیز کے ضائع ہونے کا وہ غم ہو ہی نہیں سکتا جو خدا کا ہوا سے وہ غم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ فرمایا:۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

یہ دراصل اِنَّا لِلّٰهِ کا ترجمہ تھا۔ یہ چیز ہماری چیز ہو گی لیکن ہم کس کے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اس لئے جس کے ہم ہیں اس کی طرف اگر چیز لوٹتی ہے تو ہم جزع فزع کرنے والے کون ہیں۔ اس لئے بچانے کی حد تک کوشش اس سے پیار کے اظہار کے طور پر بے چین بھی ہو جانا یہ طبعی عوامل ہیں ان کو شرک نہیں کہا جاتا لیکن اپنے نفس کی خواہش کا غلام بن جانا اور اس کے تابع ہو جانا، اس سے مغلوب ہو جانا یہ شرک ہے۔

اس کے علاوہ جب آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کو کسی چیز کی تمنا بھڑک اٹھتی ہے غیر معمولی طور پر زیادہ ہو جاتی ہے تو زندگی کے خیالات پر قبضہ کرنے لگتی ہے یہاں تک کہ بسا اوقات عبادت میں بھی داخل ہو جاتی ہے۔ آپ خدا کی عبادت کے لئے کھڑے ہیں اور جس طرح تفکرات بار بار گھیرتے ہیں آپ کو اس طرح آپ کے دل کی وہ تمنا جس سے آپ کو پیار ہے بار بار دل میں ظاہر ہوتی ہے اور بار بار آپ کی توجہ خدا سے ہٹا کر اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ اب یہ شرکِ عمد تو قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن اگر آپ اس حالت سے غافل ہو جائیں اور اسے معمولی بیماری سمجھیں یا توجہ ہی نہ کریں اس بات کی

طرف تو یہ غفلت آپ کو ضرور شرک کی طرف لے جائے گی۔

چنانچہ ہر شخص کا مختلف وقتوں میں خدا بدلتا رہتا ہے واحد خدا اور شیطانی خداؤں میں یہی فرق ہے۔ جو خدائے واحد و یگانہ ہے وہ تو نہیں بدلتا وہ تو وہی ذات رہتی ہے۔ جو نفس کے خدا ہیں یہ بت ہر روز نئے نئے بنتے ہیں۔ نئے حالات میں نئے بت پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ جو جہاد ہے یہ عمر بھر کا جہاد ہے اور بعض پہلوؤں سے لمحہ لمحہ کا جہاد ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے آج اپنے نفس کے اس بت کو توڑ دیا ہے وہ جو ہمیں عبادت میں تنگ کیا کرتا تھا ہم نے اس سے لڑائی کی اس پر غالب آ گئے اور اس کو اپنے دل کے عبادت خانے سے نکال کے باہر مارا۔ اس لئے اب ہم مطمئن ہو گئے کیونکہ آج ایک خدا نے دل پر قبضہ کی کوشش کی ہے کل ایک اور خدا اس پہ قبضہ کی کوشش کرے گا اور یہ جاری سلسلہ ہے۔ کوئی دنیا میں نہیں یہ دعویٰ کر سکتا انبیاء کے سوا جو مقام محفوظ تک اور مقام معصوم تک پہنچائے جاتے ہیں کہ ان کی شرک کے خلاف یہ اندرونی جدوجہد ختم ہو چکی ہو کیونکہ خدا کے سوا کسی اور چیز کا اب ان پر قبضہ نہیں رہا۔ کتنا ہی بڑا ولی ہو کتنا ہی بڑا عالی مقام ہو روحانیت کے لحاظ سے جب تک عصمت کے مقام پر خدا اس کو فائز نہیں فرماتا اس کی خطرے کی حالت نہیں ٹل سکتی یعنی خطرہ بار بار اس کو مختلف سمتوں سے پیش آتا چلا جائے گا۔

چنانچہ قرآن کریم نے جو متنبہ فرمایا کہ اس شیطان سے اس لئے خصوصیت سے متنبہ رہو اور اس کی حرکتوں سے خبردار رہو کہ وہ تم پر ایسی سمتوں سے حملے کرے گا جن سے تم اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس کے حملے کی طرف بھی مخفی ہو گی، جن سمتوں سے وہ تم پر حملہ کرتا ہے وہ سمتیں بھی غیر معروف ہوں گی تمہیں پتا نہیں ہو گا کہ ان سمتوں سے حملہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کو کسی سے محبت ہے، کسی سے پیار ہے اور کوئی تعلقات ہیں خونی تعلقات یا دوستانہ تعلقات عام طور پر انسان کو خیال بھی نہیں آ سکتا کہ شیطان اس طرف سے بھی حملہ کرے گا لیکن یہ تعلقات ہوں یا دنیا طلبی کے تعلقات ہوں یا وجاہت طلبی کی تمنا ہو یا دنیا کی کسی اور رنگ کی تمنا ہو ہر تمنا کی راہ پہ شیطان داخل ہوتا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ انسان کی امنیہ میں شیطان وحی کرتا ہے اس کی امیہ میں شیطان داخل ہوتا ہے کہ ایسا بھیس بدل کر بعض دفعہ حملہ کرتا ہے کہ وہ دل کی تمنا بن کر اس کے اندر جذب ہو کر آپ کے سامنے آ رہا ہوتا ہے آپ اسے اپنی تمنا کے طور پر دیکھ رہے ہوتے ہیں اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس تمنا میں شیطان

داخل ہو چکا ہے۔ پھر وہ انبیاء جن کی وہ حفاظت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی تمنا سے شیطان کو بے دخل کر دیتا ہے لیکن وہ لوگ جو مقام محفوظ پر نہیں ہیں ان کے لئے خطرہ ہمیشہ رہتا ہے کہ ان کی تمنا بن کے شیطان بیچ میں آتا چلا جائے۔

پس اس طرح قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ انسان شیطان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے اور اس کو پتا ہی نہیں کہ میں شیطان کی عبادت کر رہا ہوں۔ ایک طرف فرمایا کہ تم اپنے نفس کی عبادت کرتے ہو یہ بات تو عام پہچانی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنی خواہشات کو اپنا خدا بناتے ہیں ان کی یہ خواہش ان کی عبادت میں بھی ان کا خدا بن کر سامنے آجایا کرتی ہے اور بسا اوقات ان کو ہوش آتی ہے ایسی حالت میں کہ وہ خدا کی بجائے اپنے دل کی تمنا کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں اور پھر بھی ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہم شیطان کی عبادت کر رہے ہیں۔ قرآن کریم نے اس مسئلے کو حل کر دیا۔ فرمایا وہ شیطان تمہاری امنیہ میں داخل ہوتا ہے، تمہارے دل کی امنگوں اور تمنّاؤں کا بھیس بدل کر تمہارے اندر داخل ہو جاتا ہے اور جس کو تم اپنے نفس کی پیروی سمجھ رہے تھے وہ دراصل شیطان کی پیروی بن جاتی ہے جس کو تم اپنے نفس کی عبادت کے طور پر بعض دفعہ پہچان سکتے ہو اور اکثر نہیں پہچانتے وہ دراصل شیطان کی عبادت ہو جاتی ہے۔ تو شرک کا مضمون تو بہت ہی تفصیلی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ توحید کا مضمون بہت ہی وسعت رکھتا ہے اور جتنا وسیع توحید کا مضمون ہے اس کا منفی پہلو یعنی شرک بھی اسی قدر وسعت رکھتا ہے اس لئے تمام منفی احتمالات سے متنبہ رہنا اور توحید کے ہر مختلف پہلو کو اختیار کرنے کی کوشش کرتے چلے جانا یہ ہے توحید۔ صرف یہ توحید نہیں کہ **لا اله الا الله** اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ بھاری تعداد وہ موحدین جو آج دنیا میں موحد کہلاتے ہیں یعنی ایسے مذاہب سے وابستہ ہیں جو توحید پرست مذاہب ہیں ان کی بھاری اکثریت اپنے نفس کی خواہشات کی کسی نہ کسی رنگ میں عبادت کر رہی ہوتی ہے اور وہ وقت جب خدا کے بندے ظاہر ہوتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ دوبارہ ایمان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نمائندہ بنایا جاتا ہے وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ دنیا کی اکثریت اس شرک میں مبتلا ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ وہ دیکھ ہی نہیں سکتے اس موحد کامل کو وہ اس کی بات کو سنتے بھی ہیں تو سمجھ نہیں سکتے اور ان کے دل اس روحانی دل سے دور ہو چکے ہوتے ہیں جو

خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے ان کے اندر کوئی ہم آہنگی نہیں ہوتی ان کی Wave Length بدل چکی ہوتی ہیں ان کے مزاج بدل چکے ہوتے ہیں ایسے لوگ ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (البقرہ: ۷) کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برابر ہو جاتا ہے خواہ تم ان کو ڈراؤ خواہ نہ ڈراؤ یہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے نہ ایمان لانے والے درحقیقت اپنے نفس کی عبادت کرنے والے لوگ ہیں اور ان کی زندگی کے عام پہلو جو ہیں ان میں وہ عبادت کھل کر نظر آنے لگ جاتی ہے۔

جس دور کو آپ مادہ پرستی کا دور کہتے ہیں نفسانی خواہشات کی پیروی کا دور کہتے ہیں دنیا طلبی کا دور کہتے ہیں۔ یہ جب اندرونی شرک پھوٹ کر منظر پر ابھر آتا ہے اس وقت ایسی سوسائٹی پیدا ہوتی ہے اور یہ سوسائٹی کی انتہائی مذلت کی حالت ہے لیکن جیسا کہ آپ غور کر کے دیکھیں گے اس کا آغاز دلوں کے شرک سے ہوا تھا، مخفی شرک سے یعنی اور تمنّاؤں کو اہمیت دینے کے نتیجے میں رفتہ رفتہ خدا کی بجائے دوسرے خدا آپ کے دل نے گھڑنے شروع کئے۔ اس لئے مومن کے لئے کوئی بھی مقام اس لحاظ سے محفوظ نہیں ہے کہ وہ سمجھ لے کہ اب میں توحید میں کامل ہو گیا ہوں۔ تبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ڈرتے ڈرتے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ تبھی قرآن کریم تقویٰ کے اوپر اتنا زور دیتا ہے اور بار بار زور دیتا ہے۔ **تقویٰ ڈر کا نام ہے، خوف کا نام ہے مگر وہ خوف ہے خدا کی رضا کھو دینے کا خوف یا جو رفعتیں خدا کی طرف سے نصیب ہوئی ہیں وہ رفعتیں کھو دینے کا خوف، بلندی سے گرنے کا خوف اس کا نام تقویٰ ہے۔**

پس اگر خدا کی طرف حرکت کرنا بلندی کی طرف حرکت کرنا ہے تو اس بلندی کی ہر منزل پر گرنے کا خوف بھی انسان کو لاحق رہتا ہے اور جو خوف سے مستغنی ہو جائے اس کے لئے ٹھوکر کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر احمدی کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ وہ محض اپنے اقرار توحید سے موحد نہیں بن گیا اور اگر اس اقرار نے اس کو مواحدین کی صف میں داخل کر بھی دیا تھا تو اس اقرار کے بعد اس کی اصل لڑائی شیطان سے شروع ہوئی ہے۔ یہ منہ کا اقرار فتح کا شادیانہ نہیں ہے، یہ منہ کا اقرار اعلان جنگ کا بگل ہے۔ جو شخص حقیقۃً توحید کا اقرار کرتا ہے وہ ایک میدان جنگ میں داخل ہو رہا ہے اور پھر اس کی تمام عمر ایک عظیم مجاہدہ میں صرف ہوتی ہے

اور ساری زندگی شیطان کے ساتھ اس کی اس بات پر لڑائی رہتی ہے جو ہر پہلو سے انسان کی توحید پر حملے کرتا ہے چھپ کر بھی ظاہری طور پر بھی کئی طرح کے بھیس بدل کر اور بظاہر ہر پہلو سے اس سے لڑائی کرتا ہے اور یہ لڑائی مومن جیت نہیں سکتا جب تک خدا سے اس بارے میں مدد نہ مانگتا رہے۔

چنانچہ سورۃ فاتحہ میں جو دعا کی جان ہمیں سکھائی یعنی:۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:۵)

اس کا یہی مطلب ہے۔ ہر لمحہ انسان اپنی عبادت کے لئے یعنی عبادت کے خلوص کے لئے اس دعویٰ کے اثبات کے لئے وہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتا خدا کا محتاج رہتا ہے اور خدا کی مدد کے سوا شیطان سے یہ جنگ نہیں جیتی جاسکتی۔ اس لئے اپنی عبادت کی حفاظت کریں اس کو ہر قسم کے شرک سے پاک کریں اور قرآن کریم نے جو یہ فرمایا عبادت کی تعریف میں:۔

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ (البینہ:۶)

ان شرطوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں اپنے دین کو خدا کے لئے خالص کریں اور حُنَفَآءَ میلان ہمیشہ خدا کی طرف رکھیں۔ ایسی حالت میں کہ جب گریں خدا کی طرف گریں دوسری طرف نہ گریں۔ ایسی زندگی کا میلان جس کا ہو جائے جس کا دل خالص ہو جائے وہ اس بات کا اہل ہوتا ہے کہ نماز کو قائم کرے۔ چنانچہ فرمایا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ایسے لوگوں کی نمازیں نمازیں ہو جاتی ہیں، ایسے لوگوں کی زکوٰۃ زکوٰۃ بن جاتی ہے اور خدا کے حضور اس کی نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔

پس عبادت کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے اور عبادت سے شرک کی بیخ کنی ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ یہ خطبہ سننے کے بعد اگر آپ اپنی نمازوں اور عبادت کی حالت پر غور کریں گے تو آپ حیران ہوں گے یہ دیکھ کر کہ ان نمازوں پر اس وقت حملہ ہو رہا ہے، آپ کو پتا نہیں تھا کہ ان پر حملہ ہو رہا ہے، بہت سی نمازوں میں چاروں طرف سے شیطان حملہ کر رہا ہے اور نمازوں کو ضائع کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس لئے جب تک آپ کو احساس نہ ہوگا حملہ ہو گیا ہے اس وقت تک آپ لڑائی کس طرح کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہر نماز جو احمدی پڑھتا ہے اسے غفلت کی حالت میں نہ پڑھے، نیم خوابیدہ حالت میں بھی نہ پڑھے یعنی کبھی آنکھ کھل گئی اور کبھی آنکھ لگ گئی۔ ایسی نمازیں بھی ہوتی

ہیں۔ پھر ایسی نمازیں بھی ہوتی ہیں جن میں کبھی کبھی اونگھ آتی ہے اور مسلسل ایسی جدو جہد ہوتی ہے جس میں انسان اپنی نمازیں پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے، بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہے، کھڑی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن شیطان ہر پہلو سے اسے ناکام بنانے کی کوشش کررہا ہوتا ہے۔

چنانچہ وہ نمازیں جن میں بعض اوقات انسان کامل طور پر خدا کے جلال اور جمال کے جلوے کے نیچے آیا ہوا ہوتا ہے ان نمازوں کی کیفیت عام روزمرہ کی نمازیں جو اکثر لڑائیوں میں ہی صرف ہو جاتی ہیں ان سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ میں سے ہر ایک کو یہ تجربہ ہوگا کہ بعض ایسی نمازیں ہیں جو یادگار بن جاتی ہیں۔ انسان سوچتا ہے ہاں اس نماز کا بڑا لُطف آیا تھا اور جب آپ غور کرتے ہیں تجزیہ کرتے ہیں، تو آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ لُطف اس لئے آیا تھا اس نماز میں جب آپ نے خدا کا نام لیا آپ کا دل لذت سے بھر گیا تھا، اس نماز میں کوئی غیر کی پرواہ نہیں رہی تھی اس نماز میں یوں لگتا تھا جیسے خدا کی جھولی میں آکے بیٹھ گئے ہوں امن ہے تو بس یہی ہے باقی ہر طرف خطرہ اور فتنہ ہے۔ وہی نماز ہے جو ایک موحد کی دراصل نماز ہے۔ یہی وہ نماز ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو آغاز سے آخر تک ہمیشہ نصیب ہوئی اور آپ کے فیض سے آپ کے صحابہ کو بھی بارہا نصیب رہی اور آپ ہی کے فیض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے میں نصیب ہوئی اور آپ کے فیض سے پھر آپ کے صحابہ کو نصیب ہوئی۔

اس نماز کو زندہ کرنا اور نماز کو زندہ رکھنا توحید ہے۔ توحید کی جان عبادت ہے اور اِيَّاكَ کے لفظ میں اس عبادت کو کھول کر بیان کر دیا کہ وہ عبادت جو ہر غیر اللہ کے خیال سے پاک ہے صرف اور صرف خدا کے لئے وہی عبادت ہے اس کے سوا کوئی عبادت نہیں ہے اور اس کے ذریعے خدا کی مدد مانگنا انتہائی ضروری ہے اس لئے خوب اچھی طرح ان باتوں سے باخبر ہو کر باشعور طور پر اپنی نمازوں کی کیفیت کی حفاظت کریں اور کوشش کرتے رہیں کہ نماز میں جو لذت کے لمحات ہیں وہ زیادہ ہونے شروع ہو جائیں اور غفلت اور بوریت کے جو لمحات ہیں وہ نسبتاً کم ہونے شروع ہو جائیں۔ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن عملاً بے انتہا مشکل کام ہے بہت ہی عظیم جدوجہد ہے ساری زندگی کی جدوجہد کا خلاصہ ہے یہ جدوجہد، سارے جہادوں کی جان ہے یہ جہاد۔ اس لئے بار بار یاددہانی کی بھی ضرورت پڑتی ہے بعض دفعہ یاد کرایا جاتا ہے پھر کچھ عرصے کے لئے لوگ متوجہ ہو جاتے ہیں پھر رفتہ رفتہ غفلت

کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تو توحید تو ہماری زندگی ہے یہ جو پاکستان میں ہمارے احمدی بھائی توحید کی حفاظت کے لئے بے شمار قربانیاں دے رہے ہیں۔ کئی دفعہ مجھے باہر سے لوگوں کے خط آتے ہیں کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم بھی توحید کے لئے کچھ کریں تو میں ان کو بتاتا ہوں کہ توحید کے لئے تو ہر جگہ میدان کھلے ہوئے ہیں اور میدان کارزار گرم ہیں آپ کے نفوس کے اندر یہ لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ صرف شیطان کے ظاہری مظاہر نہیں ہیں جن کے خلاف خدا کے مومن اور موحد بندے جن کے ساتھ نبرد آزما ہیں بلکہ ہر سینے میں ایک جہاد کا میدان کھلا ہوا ہے اور بعض صورتوں میں یہ جہاد بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس ظاہری جہاد سے بھی۔ اس لئے آپ اپنے اس جہاد سے باخبر ہو جائیں ہے جاری ہے آپ کے دلوں میں لیکن جتنی توجہ ہونی چاہئے جس طرح حفاظت ہونی چاہئے توحید کی بالعموم ہم اس سے غافل رہتے ہیں اور اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اللہ سے مدد مانگتے ہوئے خدا کے موحد بننے کی کوشش کریں کیونکہ جو موحد ہو جائے اس پر کبھی موت نہیں آیا کرتی۔ **سچے مواحد پر کوئی دنیا کی طاقت ہاتھ نہیں ڈال سکتی اس پر ہاتھ ڈالنا خدا پر ہاتھ ڈالنا بن جایا کرتا ہے۔ موحد سے زیادہ ناقابل تسخیر دنیا میں کوئی چیز نہیں اس لئے اگر آپ نے ناقابل تسخیر بننا ہے اگر تمام دنیا پر آپ نے غالب آنا ہے تو موحد بنے بغیر ایسا ہو نہیں سکتا اور جب آپ موحد بن جائیں گے تو یہ خدا کا کام ہوگا کہ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کو لے کر آگے بڑھتا چلا جائے گا، ترقی پر ترقی آپ کے نصیب میں لکھی جائے گی کوئی نہیں ہے جو نصیب کو مٹا سکے۔**